مختیار سومرو
اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور

اسلام کی استقامت میں حضرت ابوبکر کی خدمات کا تحقیقی جائزہ

Abstract:

Hazrat Abu-Bakar was the well-known personality in the history of Islam, He was the first person (in adults) who accepted the Islam, He always remained with the Holy Prophet (Peace Be Upon Him) and was the sincere and trustworthy companion of Hazrat Muhammad (Peace Be Upon Him), He spent his whole life for the sake of Islam. He took oath of Khilafat under critical circumstance and did a great job for the establishment of Islamic State, after the demise of Holy Prophet (Peace Be Upon Him) the Muslims were in scattering situation that was very much difficult and tough time for the Muslim-Ummah, at that time the false Prophets also started to claim their Prophet hood and the new Muslims of that time were going under their influence, during those situations He worked hard for the stability and establishment of Islamic State, that's way He was also known as savior of Islam.

During His short period of Khilafat He took great steps with His timely decisions making ability; He controlled the different circumstances and played a vital to save the Islamic State. The aim of this research paper is to highlight the life, personality of Hazrat Abu Bakar and mainly His efforts for the stability of Islam.

مقدمہ

حضرت ابو بکرؓ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں وہ رسول خدا ﷺ کے سچے دوست، امت میں سب سے افضل اور سب سے پہلے اسلام لانے والے شخص تھے، رسول اللہ ﷺ کے عہد میں انہوں نے ایک عاشقِ صادق کی زندگی بسر کی۔ عزم و استقلال کا یہ عظیم پیکر تردد اور ہچکچاہٹ کے نام سے بھی ناآشنا تھا۔ صدیق اکبرؓ کا مختصر مگر درخشاں دور خاص انفرادیت کا حامل تھا۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق کے بچپن اور جوانی کے متعلق ہمیں تاریخ میں اتنے کم واقعات ملتے ہیں کہ اُن سے اس دور میں ان کی شخصیت کے صحیح خدوخال معلوم نہیں ہوتے، اور نہ ہی ان کے والدین کے سوا ان کے بارے میں کسی اور بات کا پتہ چلتا ہے۔ قبول اسلام کے وقت آپؓ کے والد حیات تھے۔ لیکن تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ ان کے والد پر ان کے اسلام لانے کا کیا اثر ہوا۔ البتہ آپؓ کے قبیلے کا ذکر کرتے ہوئے قدرے تفصیل سے کام لیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ قریش میں اس قبیلے کو کیا مرتبہ اور حیثیت حاصل تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کا تعلق قبیلہ تیم بن مرہ بن کعب سے تھا انکا نسب آٹھویں پشت میں مرہ پر جاکر رسولؐ سے مل جاتا ہے۔(۱)

مکہ میں رہنے والے تمام قبائل کو کعبہ کے مناصب میں سے کوئی نہ کوئی منصب ضرور سپرد ہوتا تھا۔ جیسا کہ بنو عبدِ مناف کے سپرد حاجیوں کیلئے پانی کی بہم رسانی اور انہیں آسائش پہنچانے کے انتظامات تھے۔ بنو عبد الدار کے ذمہ جنگ کے وقت علم برداری، کعبہ کی دربانی اور دارالندوہ کا انتظام تھا۔ لشکروں کی سپہ سالاری خالد بن ولید کے اجداد بنو مخزوم کے حصے میں آئی تھی۔ خون بہا اور دیتیں اکھٹی کرنا بنو تیم بن مرہ کا کام تھا۔ جب حضرت ابو بکرؓ جوان ہوئے تو یہ خدمت انکے سپرد کی گئی۔

خون بہا اور دیتیوں کے تمام مقدمات ان کے سامنے پیش ہوتے تھے اور جو فیصلہ وہ کرتے تھے اسے قریش کو منظور کرنا ہوتا تھا۔ خون بہا کے متعلق تمام اموال بھی انکے پاس جمع ہوئے تھے۔ اگر ان کے سوا کسی اور شخص کے پاس جمع ہوتے تھے تو قریش اسے تسلیم نہیں کرتے تھے۔ آپؓ رسول اکرمؐ سے عمر میں تین سال چھوٹے تھے۔ صدیق اکبرؓ کا نام اسلام لانے سے پہلے عبد الکعبہ تھا اسلام لانے کے بعد انکا نام عبد اللہ رکھا گیا۔ آپؓ کی کنیت ابو بکر تھی۔ انکی کنیت 'ابو بکر' کے بارے میں بعض راویوں کا بیان ہے کہ اس لئے مشہور ہوئی کہ آپؓ ہی نے اخلاق حسنہ کی ابتداء کی تھی۔" لیکن مورخین نے اس کنیت کے مشہور ہونے کی ایک وجہ یہ بتائی

ہے کہ 'بکر' جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اونٹوں سے دلچسپی تھی اور انکے علاج معالجے اور دیکھ بھال سے بہت واقفیت تھی۔ اس لئے لوگوں نے انہیں 'ابو بکر' کہنا شروع کیا۔ جسکے معنٰی ہیں اونٹوں کا باپ "(۲) اور صدیقؓ آپؓ کا لقب تھا۔ حضرت ابو بکر کے والد کا نام عثمان بن عامر اور کنیت ابوقحافہ تھی۔ انکی والدہ کا نام سلمہ بنت صخر بن عامر تھا۔ اور انکی کنیت ام الخیر تھی سلمہ بنتِ صخر ابوقحافہ کی رشتے میں چچازاد بہن تھیں۔ "آپکا لقب 'عتیق' اس وجہ سے مشہور ہوا کہ آپؓ 'عتیق من النار' یعنی جہنم کی آگ سے نجات پانے والے ہیں۔ بعض علماء نے وجہ لقب یہ بیان کی ہے آپکا چہرہ بہت حسین تھا لیکن حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ "ابو بکر عتیق من النار" یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمائی ہے۔ اس وقت سے آپکا لقب عتیق مشہور ہو گیا"(۳)

رسول اللہؐ کی امت نے بالا تفاق آپ کا لقب صدیق رکھا ہے۔ اسکا سبب یوں ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے رسولؐ کی رسالت کی تصدیق کی اور ہمیشہ صدق وصفا پر قائم رہے۔ اور آپ ہی سب سے پہلے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے واقعہ معراج کی تصدیق کرنے والے تھے۔ جسکی وجہ سے آپ نے صدیق کا لقب پایا۔ اور آپکا شمار ان دس خوش نصیب اور عالی شان صحابہؓ میں کیا جاتا ہے جنہیں 'عشرہ مبشرہ' کہا جاتا ہے جن کے متعلق رسول اللہؐ نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بچپن کا زمانہ اپنے ہم سر بچوں کے ساتھ مکہ کی گلیوں میں کھیلتے ہوئے گزارا جوان ہونے پر اپنی قوم کی طرح تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ انہوں نے کپڑے کی تجارت اختیار کی جس میں انہیں غیر معمولی فروغ اور کامیابی حاصل ہوئی اور انکا شمار بہت جلد مکہ کے نہایت کامیاب تاجروں میں ہونے لگا۔ تجارت کی کامیابی میں انکی جاذب نظر شخصیت اور بے نظیر اخلاق کا بھی بڑا دخل تھا۔ "اسلام لانے سے پہلے انہوں نے قتیلہ بنت سعد سے نکاح کیا۔ انکے بطن سے آپ کے ایک صاحب زادے عبد اللہ اور ایک صاحبزادی اسماء پیدا ہوئیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسلام سے پہلے دوسرا نکاح اُمِ رومان سے کیا انکے بطن سے حضرت عبد الرحمان اور حضرت عائشہؓ پیدا ہوئیں اور اسلام لانے کے بعد آپؓ نے اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا آپ سے پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں ان کے بطن سے محمد بن ابو بکرؓ پیدا ہوئے۔ جن سے حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے نکاح کر لیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے دوسرا نکاح حبیبہ بنت زید بن خارجہ سے کیا"(۴) قبول اسلام سے قبل ہی آپؓ خدا کے ماننے والے، پاکباز اور

سچے انسان تھے، نہ کبھی شرک کیا، نہ کبھی جھوٹ بولا اور نہ ہی کبھی شراب کو ہاتھ لگایا، قریش کے عقائد فاسدہ سے نفرت اور بری عادتوں سے اجتناب ان تمام باتوں نے اور طبیعتوں میں یک جہتی کی وجہ سے ہی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت محمد ﷺ کی دوستی کو گہرا کر دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ عوام وخواص میں بہت ہر دلعزیز تھے اور لوگوں کے دلوں میں انکی بے حد عزت وعقیدت تھی، وہ بلند اخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ دولتمند اور حسین بھی تھے انکا رنگ، سفید، بدن دبلا، داڑھی خشخاشی اور چہرہ شگفتہ، آنکھیں روشن اور فراخ پیشانی تھی۔ وہ رحم دل اور نرم خو تھے۔ "ابن سعد نے لکھاہے کہ جب وہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے، غرض ان اوصاف کی وجہ سے مکہ میں انکا عام اثر تھا، اور معززین شہر ان سے ہر بات میں مشورہ لیتے تھے "(۵) ہوش و خرد عاقبت اندیشی اور بلند فکر و نظر کے لحاظ سے بہت کم لوگ انکے ہم پلہ تھے۔ وہ علم الانساب کے بہت بڑے ماہر تھے، قریش مکہ کے تمام خاندانوں کے نسب انہیں ازبریاد تھے انکا شمار روسائے قریش میں ہوتا تھا۔

آنحضرت محمدؐ فرماتے ہیں "میں نے جس کسی کو اسلام کی طرف بلایا اسنے کچھ نہ کچھ تردد اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا سوائے ابو بکرؓ بن ابو قحافہ کے، جب میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بغیر کسی تامل کے فوراً میری آواز پر لبیک کہا"(۶) اور نصرت و امداد کا وعدہ بھی کیا اور اس وعدے کو نہایت خوبی سے پورا بھی کر دکھایا۔" حضورؐ حضرت ابو بکر کے اسلام لانے سے اسقدر خوشی کے ساتھ واپس ہوئے کہ کوئی بھی مکہ کی ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان جن کو اخشبین کہتے ہیں آپؐ سے زیادہ خوش نہ تھا۔"(۷)

حضرت ابو بکر کا بلا تردد اسلام قبول کرنے سے بھی زیادہ تعجب انگیز امر انکی وہ بے نظیر جرأت ہے جو اسلام قبول کرتے ہی انہوں نے اسکی اشاعت کے سلسلے میں دکھائی۔ وہ نہ صرف دل وجان سے توحید و رسالت پر ایمان لائے بلکہ اعلانیہ ان باتوں کی تبلیغ بھی شروع کر دی اور اس بات کا مطلق خیال نہ کیا کہ اسطرح آئندہ چل کر ان کے لئے کتنے خطرات پیدا ہونگے۔ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہؐ سے محبت والفت میں اپنے آپ کو سر تا پا غرق کر دیا اور ایمان کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی نظیر رہتی دنیا تک پیش نہ کی جا سکے گی۔

آغازِ اسلام سے ہی حضرت ابو بکرؓ اپنے اندر دینِ حق کی اشاعت و ترویج میں رسول اللہؐ کی امداد و اعانت کا غیر معمولی جذبہ رکھتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی بے حد عزت وعقیدت تھی اس لئے بہت جلد معتد داشخاص ان کی تبلیغ سے اسلام لے آئے۔ جن میں عثمان بن عفان، زبیر عوام، عبدالرحمن بن عوف،

سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ جو اولین صحابہ میں قابل ذکر ہیں۔ اور ان تمام صحابہ کا شمار 'عشرہ مبشرہ' میں ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ہمیشہ غرباء کی مدد کی انہوں نے اپنے دوستوں اور ملنے جلنے والوں کو تبلیغ کرنے اور ان بے کس و مظلوم مسلمانوں سے ہمدردی کرنے کے علاوہ ان لوگوں کی مالی مدد بھی کی، جو قریش مکہ کے ہاتھوں اسلام لانے کی وجہ سے سخت مظالم برداشت کررہے تھے۔ انہوں نے طلوع اسلام سے قبل اور قبول اسلام کے بعد ضرورت مندوں کی اعانت پر اپنا سرمایہ پانی کی طرح بہایا۔ بے شمار غلاموں کو ان کے آقاؤں سے آزاد کرایا، جو اسلام لانے کے جرم میں مظالم برداشت کررہے تھے۔ حضرت بلالؓ کو بھی صدیق اکبرؓ نے خرید کر آزاد کردیا تھا۔ جس روز وہ اسلام لائے ان کے پاس چالیس ہزار درہم موجود تھے، اسلام لانے کے بعد انہوں نے تجارت کا سلسلہ جاری رکھا اور اس سے انہوں نے وافر مقدار میں نفع حاصل کیا۔ لیکن اسکے باوجود جب ہجرت کا موقع آیا تو ان کے پاس صرف پانچ ہزار درہم باقی تھے۔ انہوں نے جو کچھ کمایا سب اللہ کی راہ، اسلام کی تبلیغ اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کردیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے ایثار اور فراخ دلی کی حیرت انگیز مثالیں قائم کیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا نصف اثاثہ بارگاہِ رسالت میں پیش کردیا تھا اور حضرت عمرؓ کو یقین تھا کہ ان سے زیادہ کوئی بھی اتنی قربانی نہیں دے سکتا، لیکن جب حضرت ابو بکرؓ رسول اللہؐ کے سامنے حاضر ہوئے تو گھر کا سارا سامان اور اپنی تمام جمع پونجی حضورؐ کی خدمت میں پیش کی۔ "جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ 'ابو بکرؓ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو تو صدیق اکبرؓ نے جواب میں عرض کیا کہ صرف اللہ اور اللہ کے رسول کے نام چھوڑ آیا ہوں"(۸) یوں تو حضرت ابو بکرؓ رسول اللہؐ کے بچپن کے دوست اور ساتھی تھے لیکن اسلام لانے کے بعد ابو بکرؓ نے کبھی رسول اللہؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ وہ ہر مشکل میں ان کے ساتھ رہے اور دین کی اشاعت میں ہر موقع پر ان کے ساتھ ہتے تھے۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کو ہجرت مدینہ کا حکم ملا تو آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو بھی اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہا اور اسطرح ابو بکرؓ ہجرت مدینہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تین دن تک غارِ حرا میں مقیم رہے۔" حضرت ابو بکر نے جو جانثاری کی مثال قائم کی ہے وہ اپنی جگہ بے مثال ہے کہ جب حضور اور صدیق اکبر دونوں غار کے قریب پہنچے تو پہلے صدیق اکبر اترے صفائی کی غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا، ایک سوراخ کو بند کرنے کے لیے کوئی چیز نا ملی تو آپ نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا ڈال کر اسکو بند کیا، پھر حضور تشریف لے گئے، اور حضرت صدیق اکبر کے

زانوں پر سر رکھ کر آرام فرمانے لگے، اتنے میں سانپ نے صدیق اکبر کے پاؤں کو کاٹ لیا، مگر صدیق اکبر نے شدت الم کے باوجود محض اس خیال سے کہ حضور کے آرام میں خلل نہ واقعہ ہو، بدستور ساکن وصامت رہے، آخر جب پیمانہ صبر صبریز ہو گیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب آنسو کے قطرے چہرے اقدس پر گرے تو حضور بیدار ہوئے ابو بکر صدیق نے واقعہ عرض کیا، حضور نے ڈسے ہوئے حصے پر اپنا لعاب دہن لگا دیا، فوراً آرام مل گیا"(۹)

رسول اللہ ؐ کو جتنی محبت حضرت صدیق اکبرؓ سے تھی کسی اور سے نہ تھی۔ جیسا کہ رسول اللہ ؐ نے دوران علالت ارشاد فرمایا کہ لوگوں تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہو اور میں نے اسکا بدلہ نہ چکا دیا ہو، سوائے ابو بکرؓ کے ان کو اللہ تعالی قیامت کے دن جزا دے گا" میں نے اپنے صحابہ میں سے ابو بکرؓ سے افضل کسی کو نہیں پایا اور اگر میں بندوں میں سے کسی خلیل کو بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا"۔(۱۰) ایک اور موقع پر رسولؐ نے فرمایا کہ مجھ کو کسی کی رفاقت اور مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابو بکرؓ کا مال اور رفاقت نفع رساں ہوئی۔ دوران علالت رسول اللہ ؐ جب مسجد میں تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا"سب دروازے بند کر دو سوائے ابو بکرؓ کے دورازے کے"(۱۱)

فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور مختلف سمتوں سے وفود مدینہ میں رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ جسکی وجہ سے آپؐ کو بیت اللہ کا حج کرنے کی فرصت بھی نہ مل سکی۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کو اپنی جگہ امیر حج مقرر فرما کر روانہ کیا حضرت ابو بکرؓ تین سو نو مسلمانوں کو لیکر مکہ، پہنچے اور حج کے فرائض ادا کئے۔ سن 9ہجری میں جب رسول اللہ ﷺ کی علالت نے شدت اختیار کی تو آپؐ نے حکم فرمایا کہ ابو بکرؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔اس ضمن میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ:"جب رسول اللہ ؐ زیادہ بیمار ہوئے تو بلالؓ نماز کیلئے عرض کرنے آئے آپؐ نے فرمایا کہ 'ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں'۔ میں نے کہا کہ ابو بکرؓ رقیق القلب ہیں آپؐ کی جگہ کھڑے ہو کر وہ ضبط نہ کر سکیں گے اور لوگوں کی نماز میں خلل پڑے گا اگر آپ عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو وہ بہتر ہو گا آپؐ نے یہ سن کر پھر فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اس پر میں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ 'ابو بکرؓ رقیق القلب ہیں وہ نماز میں رونا شروع کریں گے اور لوگوں کی نماز میں خلل پڑے گا۔ تم رسولؐ سے کہو کہ وہ عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں'

چنانچہ حفصہؓ نے جا کر یہی بات آپؐ سے کہہ دی اس پر آپؐ نے فرمایا کہ "یقیناً تم وہی عورتیں ہو جنہوں نے یوسفؑ کو بہلانے پھسلانے کی کوشش کی تھی ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں"۔(۱۲)

جب رسول ﷺ کی وفات ہوئی تو پورے عرب میں ایک ہیجان برپا ہو گیا تھا۔ مسلمانوں میں باہمی آویزشوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ خلافت کے مسئلے پر انصار و مہاجرین میں کشمکش پیدا ہو گئی تھی۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنی حصافت رائے اور خداداد ذہانت سے کام لیکر یہ جھگڑا ختم کروا دیا اور تمام صحابہ نے بالا اتفاق آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنے حسن انتظام سے یہ ثابت کر دیا کہ اسوقت کے پُر آشوب حالات میں خلافت کے سب سے زیادہ اہل وہی تھے۔ اس وقت جزیرۃ العرب ایسے نازک دور سے گذر رہا تھا کہ جب عربوں نے رسول خدا کے وصال کی خبر سنی تو ان میں سے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے اور عرب میں فتنہ ارتداد اس حد تک پہنچ گیا کہ بعض لوگ اپنی نبوت کا دعوی کر بیٹھے اور انہوں نے لشکر جمع کر کے مسلمانوں پر یلغار کر دی اور بعض لوگ اسلام سے بالکل ہی منحرف ہو گئے اور بعض نے زکواۃ دینے اور نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور حرام چیزوں کو حلال قرار دے دیا ایسے موقع پر حضرت ابو بکر صدیقؓ سنتِ رسول ﷺ کی سختی کے ساتھ پیروی نہ کرتے اور ثابت قدمی اور شجاعت کے ساتھ دشمنانِ اسلام کا مقابلہ نہ کرتے تو مرتد لوگ غالب آکر اسلام کو بالکل ختم کر دیتے ایسے حالات میں بھی حضرت ابو بکرؓ کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی، اور آپ نے بڑی ہمت اور استقلال سے انکا مقابلہ کیا اور انہیں شکست سے فاش دے کر دینِ محمدی پر قائم کیا انہوں نے اپنے حسن انتظام اور حسن تدبیر سے ایک سال سے بھی کم مدت میں سارے ملک میں امن وامان قائم کر دیا۔ رسول ﷺ کے وصال کے بعد انصار نے آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی خلافت حاصل کرنے کیلئے جدوجہد شروع کر دی تھی جبکہ مہاجرین کے دلوں میں خلافت کا خیال تک نہ تھا حضرت سعد بن عبادۃؓ کے دل میں خلیفہ بننے کے خواہش پیدا ہوئی وہ بنو ساعدہ کے سردار تھے اور قبیلہ بنی خزرج کے تمام لوگ ان کے فرمانبردار تھے۔ انصار مقام سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور اپنے سردار سعد بن عبادہ کو بخار کی حالت میں وہاں اسلئے لیکر آئے کہ انکے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ پھر سب نے انکو تقریر کرنے کیلئے کہا سعد کی تقریر اور انصار و مہاجرین کے باہمی اختلافات کی خبر جب حضرت عمرؓ کو پہنچی تو انہوں نے آپؓ کو بلایا اور صورتحال سے آگاہ کیا پھر دونوں حضرات، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور ابو

عبیدہ بن الجراحؓ فوراً سقیفہ بنی ساعدہ پہنچ گئے۔ جس وقت یہ تینوں فرزندگان گرامی انصار کی مجلس میں پہنچے تو وہ لوگ تقریباً یہ طے کر چکے تھے کہ سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی جائے ان صحابہ نے پہلے تو اس مسئلہ پر انصار سے گفتگو کی، پھر باضابطہ بحث مباحثہ کی صورت ہوگئی تو حضرت ابو بکرؓ نے باہمی تنازعہ ختم کرنے کے لئے بڑی حکمت عملی سے کام لیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو ڈر تھا کہ کہیں حضرت عمرؓ تیزی میں نہ آجائیں کیونکہ یہ موقع تیزی اور سختی کا نہ تھا بلکہ نرمی اور بردباری برتنے کا تھا۔ لہٰذا انہوں نے حمد وثناء کے بعد رسول اور انکے لائے ہوئے پیغام کا ذکر کیا پھر فرمایا:۔ "عربوں کیلئے اپنے آباؤاجداد کا دین ترک کر دینا نہایت مشکل تھا اور وہ ایسا کرنے کیلئے بالکل تیار نہ تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم میں سے مہاجرین اولین کو آپ کی تصدیق کرنے۔ آپ پر ایمان لانے، آپ کی دلجوئی کرنے اور اپنی قوم کے مظالم کو صبر سے برداشت کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ ہر شخص انکا مخالف تھا، ان پر ظلم وستم توڑے جاتے تھے، انہیں بدترین ایذائیں دی جاتی تھیں لیکن وہ قلتِ تعداد اور کثرتِ اعداد کے باوجود مطلق خوف زدہ نہ ہوئے وہ اس سرزمین میں اولین اشخاص ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اس طرح اللہ کے حقیقی بندے بننے کی توفیق ملی وہ رسول اللہ کی محب اور رشتہ دار ہیں اس لئے خلافت کے وہی مستحق ہیں اور اس بارے میں صرف ظالم ہی ان سے جھگڑا کر سکتے ہیں"۔ اور تم اے گروہ انصار! وہ لوگ ہو جن کی فضلیت دین اور اسلام میں سبقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ نے تمہیں اپنے دین اور اپنے رسولؐ کا مددگار بنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت تمہاری طرف کی، آپ ﷺ کی اکثر ازدواج اور بیشتر صحابہ تمہیں میں سے تھے۔ مہاجرین اولین کے بعد تمہارا ہی مرتبہ ہے۔ اسلئے ہم امیر ہونگے اور تم وزیر، نہ تمہارے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ کیا جائے گا اور نہ تمہیں شریک کئے بغیر کوئی کام انجام دیا جائے گا"۔(۱۳) پھر انہوں نے مہاجرین میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو منصب خلافت کیلئے نامزد کیا اور فرمایا ان دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو مگر ان دونوں حضرات نے کہا کہ خدا کی قسم! آپ کی موجودگی میں ہم اس کام کیلئے تیار نہیں کیونکہ آپ مہاجرین میں سب سے بہتر ہیں آپ سفر ہجرت کے دوران رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں۔" حضورؐ نے نماز میں اپنی جگہ آپ کو اپنا خلفیہ بنایا جو اسلام کا سب سے اہم رکن ہے۔ ان تمام فضائل کے ہوتے ہوئے آپؓ سے بہتر اور افضل خلافت کیلئے اور کون ہو سکتا ہے آپؓ اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں"(۱۴)، اس کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ نے صدیق

اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یوں ان عجیب وغریب حالات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کا آغاز ہو گیا۔" حضرت ابو بکر جب خلیفہ مقرر ہوئے تو سات مہینے تک مقام سخ میں قیام فرمارہے جو مدینہ کی اصل آبادی سے دور تھا لیکن روزانہ وہاں سے کبھی پیادہ اور کبھی سواری پر مسجد نبوی آتے تھے اور عشاء کینماز پڑھا کر واپس جاتے تھے۔"(۱۵) "انکی دیانت اور ایمانداری کا یہ عالم تھا کہ فرائض خلافت کی مصروفیت کی بناء پر بیت المال سے وظیفہ لیاتو اسکے ساتھ یہ تصریح کر دی کہ ان کی تجارت کی آمدنی بیت المال میں منتقل ہو جائے گی"(۱۶)

خلیفۂ اول نے خلافت کی زمام سنبھالتے ہی دیکھا کہ پوری دنیائے عرب از سرِ نو مبتلائے کفر ونفاق ہو چکی ہے غرض ایسا نظر آرہاتھا کہ پوری دنیا اسلام سے منحرف ہو کے کفر کی جانب گامزن ہو جائے گی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ شعلہ جو بھڑ کا تھاوہ پورے جزیرہ نمائے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ اس فتنہ کی شعلہ سامانی اور ایک زبردست اکثریت کا اسلام سے انحراف اور انقطاع ایک زبردست آزمائش تھی۔ جس کا سامنا خلیفتہ الاسلام کو کرنا پڑا۔ خلافت کے شروع ہی میں آپؓ کو جن مسائل سے نبرد آزما ہونا پڑا ان میں محض مانعینِ زکوۃ اور مدعیانِ نبوت اور انکے پیروؤں کی سرکوبی ہی شامل نہیں تھی بلکہ ایک اور مسئلہ بھی در پیش تھا اور وہ بے حد سنگین اور مشکل مسئلہ تھا شام کے نصرانیوں کے مقابلے کیلئے عسکری تیاریوں کی تکمیل اور ان کے تمام سیاسی ہتھکنڈوں کا مثبت اور دندان شکن جواب اور آئندہ فتنوں کے قطعی سدباب کے نقطۂ نظر سے ان کی جمعیت کو منتشر کرنا اور اس مقصد کیلئے رسول خدا نے اپنی وفات سے قبل ان نصرانیوں سے جو شام میں جمع ہو رہے تھے ان کی قوتوں کو پامال کرنے کے لئے ایک لشکر بھی تیار کر لیا تھا اور اس لشکر کی قیادت رسول اللہ ﷺ نے نو عمر صحابی حضرت اسامہ بن زید کے سپرد فرمائی تھی۔ اور تمام صحابہ رسولؐ صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ بن خطاب تک اس لشکر میں شامل تھے۔ لیکن آنحضرتؐ کی بیماری اور وفات اس لشکر کی روانگی کی تاخیر کا سبب بنی۔۔(۱۷) جب خلیفتہ الاسلام نے خلافت سنبھالتے ہی دیکھا کہ پوری مملکت عرب کفر میں مبتلا ہو چکی ہے اور آپؓ کے وہ تمام ساتھی جن کے تدبر اور سلیقے پر آپؓ اعتماد کر سکتے تھے۔ سب کے سب اس لشکر میں شامل تھے۔

صدیق اکبرؓ نے دفعتاً اپنے آپؓ کو آگ کے دریا کے کنارے کھڑے پایا اور یہ ایک ایسی آگ تھی جس کی لپیٹ میں پورا عرب آچکا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے لشکر اسامہ کو شام کی طرف روانہ کیا، جسکی

روانگی کا حکم خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ دے چکے تھے۔ ایسے سنگین حالات میں صحابہ کرامؓ نے صدیق اکبرؓ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ فی الحال لشکر اسامہ کی روانگی کو ملتوی فرمائیں۔ کیونکہ تمام صحابہ اکرام اس لشکر میں شامل تھے اور ایسے نازک وقت میں خلیفۂ وقت کو ان کی ضرورت تھی۔ لیکن انہوں نے ان کی بات یہ کہہ کر رد کر دی کہ "خدا کی قسم اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ ان کے جانے کے بعد درندے مجھے چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے تو بھی اس لشکر کی روانگی کو ملتوی نہیں کرونگا جس کی روانگی کا حکم رسول اللہؐ دے چکے ہیں"۔(۱۸)واقعہ اصل میں یہ ہے کہ مکہ، مدینہ، طائف اور قبائل عرب میں پھیلے ہوئے تمام مہاجر وانصار ومسلمان حضرات ابو بکرؓ کی بیعت خلافت پر متفق تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ امر خلافت اور پر صدیق اکبرؓ جیسی شخصیت کا تمکن ان تمام لوگوں کیلئے انتہائی خوشگوار بات تھی۔ خلیفتہ الاسلام کو اس بات کا احساس تھا کہ آنحضرت محمدؐ کے فوراًبعد منظر عام پر آنے والے لوازمات یہ ہونگے کہ جمہور امت ان سے یہ مطالبہ کریں گے کہ وہ اسی راہ پر چلیں جو رسالت مآب ﷺ کی راہ تھی۔ یہی سبب تھا کہ زمام امور سنبھالتے ہی وہ پہلی بات جو انہوں نے کہی یہ تھی کہ وہ ایک عام فردِ امت مسلمہ ہیں، اور لازمی طور پر سب سے بہتر فرد نہیں ہیں۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں سے درخواست کی کہ وہ امورِ سلطنت میں خلیفہ کی مدد کریں۔ اور جہاں دیکھیں کہ لغزش ہو رہی ہے وہاں آپؓ کو ٹوک دیں۔ خلیفہ نے اس موقع پر مسلمانوں کے سامنے اس بات کا بھی عہد کیا کہ وہ ہر کام میں اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کریں گے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کو یہ اختیار بھی دیا کہ اگر آپؓ اُنہیں ایسا کرتے نظر نہ آئیں تو بے شک وہ آپؓ کی اطاعت سے نکل جائیں۔ اسکے بعد خلیفہ اول نے یہ بھی کہا کہ وہ اصولاََ آنحضرتؐ کے دور کی ہر بات کی تقلید کریں گے، اور آنحضرت محمدؐ کے شروع کئے ہوئے تمام منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جائے گا چنانچہ عہد صدیقی کا پہلا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے طے کر لیا تھا کہ حالات کچھ ہی ہوں جیش اُسامہ کو روانہ کرنا ہے جسے انہوں نے ہر حال میں روانہ کیا۔ انہوں نے اپنے اٹل ارادوں اور مستقل مزاجی سے عرب کو اس عظیم آزمائش سے نکال کر دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کر دیا۔ بقول حضرت علی کرم اللہ وجہہ:"آپؓ اسلام کا مستحکم قلعہ تھے اور کافروں پر مصیبت کے پہاڑ ڈھانے والے تھے آپؓ کی قلبی بصیرت کبھی کمزور نہیں ہوئی۔ آپؓ نے کبھی بزدلی اور پست ہمتی نہیں دکھائی۔ آپؓ اس پہاڑ کی طرح اٹل تھے جسے نہ تو تیز آندھیاں ہی اپنی جگہ سے ہٹا سکیں تھیں اور نہ ہی بادلوں کی گھن گرج ہی اسے ہٹا سکتی تھی"۔(۱۹) خلیفۃ المسلمین نے اپنے مختصر سے دور خلافت میں دیگر

اہم کارناموں کے علاوہ ایک اور اہم اور قابل ذکر کام کیا وہ تھا 'جمع قرآن'۔ ہوا یوں کہ مسلیمہ کذاب کے ساتھ جنگ یمامہ میں بارہ سو صحابہ کرام شہید کر دیئے گئے تھے اور ان لوگوں میں بڑی تعداد حافظِ قرآن مجید کی تھی جن کے سینوں میں قرآن پاک محفوظ تھا۔ جب قرآن شریف کو حفظ رکھنے والوں کی بڑی تعداد شہید کر دی گئی تو حضرت عمرؓ کے مشورے سے حضرت ابو بکرؓ نے قرآنی آیات کی شیرازہ بندی کا کام شروع کروادیا، تاکہ اس کے کسی حصے کو محض کسی خاص اہل قرئات کے شہید ہونے سے مٹ جانے کا خطرہ لاحق نہ ہو جائے۔ بہت سوچ بچار کے بعد اور حضرت عمرؓ کے مشورے سے اس اہم کام کی ذمہ داری خلیفہ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے سپرد کی، جو ایک ذی عقل اور تندرست نوجوان تھے اور مدینہ میں آنحضرت محمدؐ کاتب وحی تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے اس اہم کام کی ذمہ داری قبول کرنے میں تردد کیا لیکن شیخین نے انہیں اس نیک کام کیلئے آمادہ کر لیا چنانچہ زید بن ثابتؓ نے قرآنی آیات کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ حضرت زید کسی بھی آیت یا عبارت کو اس صورت میں قابلِ قبول مانتے تھے جب کم از کم دو اصحابِ نبیؐ اس متن کو یکساں بیان کر دیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے پتھروں کی سلوں اور اونٹوں کی پشتوں سے اور کھجور کی کھالوں سے قرآن پاک کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اس وقت قرآنی آیات کو انہیں چیزوں پر لکھا جاتا تھا۔ گویا یوں وہ پہلا صحیفہ تیار ہوا جس کی رو سے قرآن پاک لکھا گیا۔ یہ جمع شدہ قرآن پاک صدیق اکبرؓ کے وصال تک آپؓ کے پاس رہا۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے وصال تک ان کے پاس رہا اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت محمد ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ رہا۔

جب خلیفہ سوئم حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے اس کو حضرت حفصہؓ سے منگوا کر نقلیں کروا کر مختلف صوبوں کے عاملوں کو بھجوادیں تاکہ عالمِ اسلام کو ایک قرئات پر جمع کیا جاسکے۔ ہجرت کے 13 ویں سال بتاریخ ۲۲ جماد الآخر میں 63 برس کی عمر میں آپؓ کا وصال ہوا، یوں کہ ایک دن سردی میں آپؓ نے نہالیا جس سے آپؓ کو حرارت ہو گئی جس نے بعد میں باقاعدہ بخار کی صورت اختیار کر لی۔ جب آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ بیماری آپ کیلئے جان لیوا ثابت ہو گی تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کرنا چاہا جس کیلئے انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ جیسے صحابہ اکرام سے مشورہ کیا جنہوں نے آپ کے فیصلے کی تائید کی۔ خلافت کیلئے حضرت عمرؓ کے انتخاب میں ان کے پیش نظر اسلام

کی فلاح تھی اور حضرت عمرؓ اس منصب کیلئے سب سے زیادہ موزوں شخصیت تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کرکے اسلام کی سب سے بڑی خدمت کی تھی۔" حضرت ابو بکر کی رسولؐ سے محبت وعقیدت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی وفات سے چند گھنٹے بیشتر اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ رسولؐ کے کفن میں کتنے کپڑے تھے، حضورؐ کی وفات شریف کس دن ہوئی تھی، اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپکی آرزو تھی کہ کفن ویوم وفات میں حضورؐ کی موافقت ہو"۔(۲۰)" آپ کی وفات کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپکی وفات زہر خوانی کی وجہ سے ہوئی تھی۔ لیکن یہ روایت ناقابل اعتبار ہے اگر اس میں صحت ہوتی تو حضرت عمرؓ یقیناً زہر آلود کھانا بھجوانے والے یہودی کو سزا دیتے"۔(۲۱) ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ " حضرت ابو بکر کے پاؤں میں جس سانپ نے ہجرت کے موقعہ پر کاٹا تھا، ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ سانپ کا یہ زہر ہر سال عود کرتا بارہ سال تک ابو بکر اس میں مبتلا رہے پھر آخر میں اسی زہر کے اثر سے آپ کی شہادت ہوئی"۔(۲۲) ایک اور روایت ہے کہ آپ نے سردی میں غسل فرمایا تھا جس سے شدید بخار میں مبتلا ہو گئے اور اسی وجہ سے آپ کی وفات ہو گئی۔(۲۳)

خلافت صدیقی کی مدت دوسال اور چندماہ رہی جب ان کا انتقال ہوا تو جزیرہ نمائے عرب دوبارہ آنحضرت کے دوبارہ آنحضرت ﷺ کے دور مبارک کی طرح از سرنو اسلام کے دائرہ میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت ابو بکر نے اپنی حکمت عملی سے حالات پر قابو پاکر صبر اور سچائی، عزم وہمت اور نظم وضبط کا زبردست دیا تھا۔

حرف آخر

خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر کا عہد اسلامی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ انہوں نے اپنے انتہائی مختصر عہدِ خلافت میں عظیم کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ ان کے کارناموں کو آنے والی کوئی بھی نسل فراموش نہ کرسکے گی۔ صدیق اکبرؓ ہمیشہ اللہ اور اسکے رسولؐ کے احکام کی دل وجان سے اطاعت اور پیروی کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے پہلے خطبہ میں مسلمانوں کو یہ اختیار دیا تھا کہ اگر آپ انہیں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے انحراف کرتے دیکھیں تو بے شک وہ آپکی اطاعت سے نکل جائیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں مرتدین نے اسلامی حکومت اور خلافت کے خلاف شورش برپا کرکے من مانی کرنی چاہی تھی لیکن انکی بروقت

کاروائی سے یہ فتنہ بڑھنے نہ پایا اور جس طرح نافرمان بچے ماں باپ کی گوشمالی کے بعد انکا کہامانتے اور اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اسی طرح مرتد قبائل بھی خلیفہ کی جنگی کاروائی کی تاب نہ لاکر انکے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ خلیفۂ اول حضرت ابو بکرؓ صدیق نے اپنے فرائض جس تن دہی سے انجام دیئے، حق و صداقت کا بول بالا کرنے کیلئے جس جان فشانی سے کام کیا اور تائید دین کی خاطر جن مہیب خطرات کا سامنا کیا انہیں ہم مسلمان کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔ انہوں نے عشقِ الٰہی، حبِ رسول، بے نفسی اور اخلاص و استقامت سے اسلام کی سربلندی کی خاطر جو مشکلات اور تکالیف برداشت کیں اور جسطرح اپنے آپ کو اسکی خدمت کے لئے وقف کیا اسکی نظیر زمانہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔انہوں نے اپنے پاک نمونے سے دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں بھی دین کی تڑپ پیدا کردی تھی۔ انہوں نے ہر قسم کی سختیاں جھیل کر اور ایمان واستقامت اور عزم واستقلال سے کام لیکر اسلام کو ہر امکانی خطرے سے بچایا اور اس راہ میں اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہ کی۔ وہ اس امتحان میں پورے اترے اور خلیفہ کے ایمان و ایقان اور مسلمانوں کی ہمت و جرئات کی بدولت اسلام عرب کی حدود سے نکل کر رومی اور ایرانی مقبوضات میں دور دور تک پھیل گیا۔ اسلامی سلطنت کا قیام عرب کے علاوہ عراق اور شام میں بھی عمل پذیر ہو گیا۔ صدیق اکبرؓ نے دین حق کی اہم ترین خدمت قرآن پاک کو جمع کرکے کی، کہ قرآنی آیات کو ایک جگہ جمع کرکے مسلمانوں کیلئے ایک صحیفہ کی صورت میں اکٹھا کیا۔ خلیفہ رسول ﷺ نے اپنے آخری ایام میں یعنی جب وہ بسترِ مرگ پر تھے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا خلیفہ نامزد کرکے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی، خاص طور پر ایسے وقت پر جب کہ شام اور عراق کی سرحدوں پر اسلامی فوج برسرِ پیکار تھی اور ابھی فتنہ ارتداد کی قہرسامانی کو بھی کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے۔ ایسے وقت میں ملتِ اسلامیہ کو حضرت عمرؓ جیسی مضبوط قیادت کی بہت ضرورت تھی۔ اگر اسوقت وہ حضرت عمرؓ کو جانشین مقرر نہ کرتے تو نہ معلوم اسکا نتیجہ کیانکلتا۔ یہ آخری کارنامہ جو حضرت ابو بکرؓ نے انجام دیا اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کی بدولت اسلام عروج کی آخری منزل تک پہنچ گیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں اسلام کو جو ترقی نصیب ہوئی اسے دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا انتخاب خدائی انتخاب تھا۔ جو اس کی دی ہوئی توفیق سے حضرت ابو بکر نے کیا۔ وہ اسلام کا مستحکم قلعہ تھے، آپؓ نے کبھی مشکل سے مشکل وقت میں بھی ہمت نہیں ہاری اور نہ کبھی بزدلی اور پست ہمتی دکھائی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ طبعاً منکسر المزاج، نرم خو اور رقیق القلب

تھے۔ اخلاق و عادات کے اعتبار سے مکہ کے بہت کم لوگ انکے ہم پلہ تھے۔ اسلام کی سربلندی کیلئے جو موقف انہوں نے اختیار کیا اور جو بلند پایہ خدمات انجام دیں وہ انکے نام کو ابدلآباد تک یاد رکھنے کیلئے کافی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مرتبہ روئے زمین پر سب سے زیادہ باعظمت اور مومنین میں سے سب سے بڑے بزرگ ہیں۔

حوالہ جات

1 محمد حسین ہیکل، حضرت ابو بکر صدیق، ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی۔ مکتبہ میری لائبریری لاہور، ص ۳۸

2 محمد حسین ہیکل، حضرت ابو بکر صدیق، ص ۴۰

3 علامہ رضا محمد، ترجمہ مولوی محمد عادل قدوسی، سیرتِ صدیق اکبر، تاج کمپنی کراچی، ص ۴

4 علامہ رضا محمد،، سیرت صدیق اکبر، ص ۱۴۔ ۱۲

5 شبلی نعمانی" سیرت النبی، دینی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۷۵، ج 1، ص ۲۰۷

6 آبادی اکبر شاہ خان نجیب مولانا، تاریخ الاسلام، نفیس اکیڈمی کراچی، طبع اول اکتوبر ۱۹۵۶، جلد 1 ص ۲۷۰

7 حضرت مولانا محمد یوسف کاندھوی، ترجمہ حضرت مولانا محمد احسان الحق، حیاۃ الصحابہ، ج 1 ص ۸۲

8 علامہ رضا محمد،، سیرتِ صدیق اکبر، سیرتِ صدیق اکبر، ص ۱۰

9 محمد اکرم رضوی صوفی، صحابہ کا عشق رسول ؐ، شبیر برادرس، لاہور، ۱۹۸۵، ص ۱۵

10 ہیکل، حضرت ابو بکر صدیق، ص ۶۹

11 ہیکل، حضرت ابو بکر صدیق، ص ۶۹

12 ہیکل، حضرت ابو بکر صدیق، ص ۶۸

13 ہیکل، حضرت ابو بکر صدیق، ص ۸۳۔ ۸۴

14 علامہ رضا محمد،، سیرتِ صدیق اکبر، سیرتِ صدیق اکبر، ص ۲۰

15 عبد السلام ندوی، اسوۃ صحابہ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ج 2، ص ۴

16 ندوی، اسوۃ صحابہ، ص ۸

17 حسین طہٰ ڈاکٹر، حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم، ترجمہ شاہ حسین، نفیس اکیڈمی، کراچی، اپریل ۱۹۷۶، ص ۱۷

18 نجیب آبادی، تاریخ اسلام، ص ۲۸۱

19 علامہ رضا محمد،، سیرتِ صدیق اکبر، ص ۱۳۴

20 ندوی، اسوۃ صحابہ، ص ۴۰

21 حسین طہٰ، حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم، ص ۱۵۰

22 رضوی صوفی، صحابہ کا عشق رسول، ص ۱۶۔ ۱۵

23 علامہ رضا محمد، سیرتِ صدیق اکبر، ص ۱۲۹۔ ۱۲۸